ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

ڈاکٹر میر یوسف میر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جامعہ آزاد جموں وکشمیر، مظفر آباد
عامر جہانگیر
پی۔ ایچ۔ ڈی سکالر، شعبہ تاریخ و مطالعہ پاکستان، انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر عنبرین خواجہ
اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ مطالعہ کشمیر، جامعہ آزاد جموں وکشمیر، مظفر آباد

ریاست جموں وکشمیر میں اردو غزل کی علمی وفکری جہتیں:
بشیر صرفی کی شاعری کا تاریخی تجزیہ

Dr. Yousf Mir
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Azad Jammu and Kashmir
Amar Jahangir
PhD Scholar, Department of History and Pakistan Studies, International Islamic University, Islamabad.
Dr. Anbrin Khawaja
Assistant Professor, Institute of Kashmir Studies, University of Azad Jammu and Kashmir

Scientific and Intellectual Aspects of Urdu Ghazal in the State of Jammu and Kashmir: A Historical Analysis of the Poetry of "Bashir Sarafi"

In this research paper, the researcher takes an adventure to shed light on Ghazal through an analysis, comprehensively; keeping in view Basher Sarfi's Ghazal. It is a living, dynamic of Urdu poetry. In Urdu poetry, Ghazal has the highest, most significant and richest capital. The main reason for the success and popularity of Ghazal is that it has been able to keep up with the emotions and feelings of the people of Urdu in every era. Basher Sarfi’s poetry depicts sorrow, grief, migration, fear, travel, sadness, death, despair, grievances, and

instability of the world, self-talk, patriotism, modern conditions, oppressive views of the beloved, claims, and local, national and international references. References to Kashmir as well as landscapes, patriotism, remembrance of victory, literary attitudes after the partition of Kashmir, resistance elements, beauty and love, love, sincerity, truth, religion, loneliness, life, resistance, optimism , satire and humorous elements, modern sensibility, class consciousness, perception of social issues, perception of civic and social attitudes, political consciousness, ideal of world peace, reference to global attitudes and events, local culture, cultural elements and many other symbols and references. A variety of topics and intellectual and artistic trends appear to emerge. Two methods are used to determine the position and status, one is the thematic study of creation and the other is the technical study. Thematic studies look at whether the creator has incorporated new themes into his work, that is, thematic diversity. These are the basic things that are seen and tested in the thematic study.

Keywords: *Ghazal, Thematic, Diversity, Trends, Patriotism, Consciousness, Perception.*

ادب بنیادی طور پر انسانی خیالات اور جذبات کا لفظی اظہار ہے۔ تخلیق کار کی تخلیق کے مقام و مرتبے کے لیے فکری و فنی بنیادیں اہم ہوتی ہیں۔ فکری بنیادوں میں تخلیق کار کے ہاں عمومیت و روایتی پن کے ساتھ ساتھ جدت، نئ سوچ، نئے گوشے، نئ جہتیں، فکری و موضوعاتی تنوع کا مطالعہ بنیادی مباحث ہیں۔ غزل اردو شاعری کی ایک زندہ، متحرک اور ہر دل عزیز صنفِ سخن ہے۔ اردو شاعری میں غزل کا سب سے زیادہ، وقیع اور ثروت مند سرمایہ موجود ہے۔ ادب کے دیگر اصناف ادب اور فنون لطیفہ میں سب سے زیادہ غزل کو پسند کیا جاتا ہے۔ اس کی کامیابی اور پسندیدگی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ ہر دور میں اہلِ اردو کے جذبات و احساسات کا ساتھ نبھانے میں کامیاب رہی ہے۔ غزل کا مطلب محبوب سے گفت گو ہے۔ لیکن غزل کا دائرہ کار اب صرف حسن و عشق و محبت، محبوب سے پیار کی باتوں اور زلف ور خسار کی باتوں تک محدود نہیں رہا بل کہ اب غزل متنوع موضوعات کا مرکب ہے۔ یہ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں معاشرتی، سماجی، تہذیبی و ثقافتی، سیاسی اور معاشی

مسائل کے ساتھ ساتھ فلسفہ و تصوف، طنز، عقائد اور مابعد الطبیعیاتی مسائل کے ساتھ ساتھ دنیا جہاں کے متنوع موضوعات کو غزل میں سمویا اور بیان کیا جاتا ہے۔

اردو غزل کی شروعات دکن سے ہوئی ہے۔ امیر خسرو، قلی قطب شاہ اور ولی دکنی کو ناقدین ادب اردو غزل کا نقش اول مانتے ہیں جب کہ خورشد الاسلام نے اس کے بر عکس لکھا ہے:

> " اردو غزل کی تاریخ کو میں اردو زبان و ادب کے باقاعدہ رواج پانے کی تاریخ سے قدیم تر سمجھتا ہوں۔ بظاہر یہ بات ناقابل فہم معلوم ہوتی ہے کیوں کہ اردو زبان سے پہلے اردو غزل کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں غزل کے اس فکری و جذباتی سرمائے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو زبان سے علیحدہ کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔" (۱)

اردو غزل کے ماضی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزل طویل شان دار روایت کے چار اسباب (ہیئتی توارث، فارسی غزل کی فکری، جذباتی اور جمالیاتی تشکیل کے تاریخی اسباب، تصوف کی روایت کے حزنیہ عناصر، اُردو غزل اور اُردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر) سے گزر کر موجودہ صورت پذیری پر پہنچی ہے۔ پاکستانی اردو غزل اپنے فکری و فنی خوب صورتی کی وجہ سے دنیائے ادب میں اہم مقام رکھتی ہے۔ اردو غزل میں ابتدائی نقوش سے لے کر آج تک تمام ادوار میں شعرا نے فکر و فن کے بہترین شاہکار تخلیق کیے ہیں۔

کشمیر کے ساتھ رنگ و بو، شعر و نغمہ اور علم ادب کا سنگ کبھی جدا نہیں ہو سکتا۔ کشمیر اپنے حسن اور اہمیت کی وجہ سے دنیائے ادب کے قدیم و جدید اور کلاسیکی و غیر کلاسیکی تذکروں میں شامل ہے۔ بر عظیم کے ساتھ ساتھ اردو غزل کی خوش بو نے کشمیر کے گل زاروں میں بھی مہک پیدا کی۔ اس طرح بر عظیم اور پاکستان کے ساتھ ساتھ دبستانِ کشمیر میں بھی اردو غزل اردو کے دیگر مراکز کی طرح اپنے تمام تر امتیازات کے ساتھ اپنی ارتقائی منازل طے کر رہی ہے۔ کشمیر کے شعرا نے اردو غزل میں متنوع اور متعدد موضوعات پر لکھا ہے۔ اردو غزل کا یہ سفر کشمیر میں کب، کہاں اور کیسے شروع ہوا اس حوالے سے یہ بات تو تسلیم شدہ ہے کہ کشمیر میں اردو شاعری کا باقاعدہ سفر "غلام محی الدین میر پوری کی تخلیق "گلزار فقر" سے شروع ہوا تاہم کشمیر کے ادبی پس منظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں اردو غزل کی فکری و فنی بنیادیں فراہم کرنے کے حوالے سے سنسکرت، کشمیری، فارسی، عربی اور علاقائی زبانوں کے تخلیق کاروں نے اہم کردار ادا کیا۔ کشمیر کی پہلی شعری

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

تصنیف میاں غلام محی الدین کی تخلیق ،گلزار فقر ، (۱۱۳۱ھ)(۱۷۱۷ء)کے ساتھ ہی اردو شاعری / اردو غزل کا آغاز ہو جاتا ہے۔میاں غلام محی الدین کا تعلق آزاد کشمیر کے ضلع میر پور سے تھا۔ غلام محی الدین میر پوری کو ولیؔ کا معاصر خیال کیا جاتا ہے اور مثنوی "گلزارِ فقر "کو بعض لسانی خوبیوں کی بنا پر ولیؔ پر ترجیح حاصل ہے۔ ریاست جموں وکشمیر کی اردو غزل گوئی میں ایک نمایاں نام بشیر صرفی کا ہے۔بشیر صرفی(۱۹۴۲۔۱۹۹۳) اپنے عہد کے اہم اور مایہ ناز شاعر تھے۔آپ ایک اچھے غزل گو شاعر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔پیدائش بارہ مولہ کشمیر میں ہوئی۔ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے ۔ صحافت اور ریڈیو پاکستان سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ موصوف کے کلام کو ڈاکٹر شفیق انجم نے "کلام بشیر صرفی" کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔"کلام بشیر صرفی" پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ،پہلے حصہ میں حمد و نعت اور منقبت ہے ،دوسرے میں غزلیات، تیسرے میں منظومات ،چوتھا حصہ کلامِ معلق اور پانچواں حصے میں کلامِ متروک ہے ۔"کلام بشیر صرفی" میں سو سے زیادہ بہترین غزلیات موجود ہیں۔صرفی کی غزل میں ایسی کیفیت ہے جو دل کی گہرائیوں کو چھوتے ہوئے تاثر اور تاثیر کے نقش کو جاوداں بنا دیتی ہے۔ڈاکٹر رشید امجد بشیر صرفی کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

> "ساٹھ کی دہائی میں جدیدیت کی جو تحریک شروع ہوئی بشیر صرفی کا تعلق بھی اسی سے تھا۔انھوں نے کبھی بشیر وانی اور کبھی بشیر صرفی کے نام سے لکھا۔شاعری کا ذوق انھیں ورثے میں ملا تھا۔ان کے دادا ملا محی الدین کاشمیری اور والد خواجہ عبد الاحد دلاور وانی بھی کشمیری ،فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔راول پنڈی میں نئے لکھنے والوں کا جو گروپ اس زمانے میں بہت سرگرم تھا،بشیر صرفی اس کے متحرک لوگوں میں سے تھے۔لکھاریوں کی انجمن کے سیکریٹری بھی رہے جس نے نہ صرف راول پنڈی اسلام آباد بلکہ پوری اردو دنیا میں نئے رویوں کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔بشیر صرفی کی شاعری موضوعاتی تنوع اور فکری و فنی حوالوں سے جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔اس میں غصیلے نوجوان کا فکری تناو بھی ہے اور بزرگی کی دانش بھی ۔انھوں نے اپنے کلام میں جدت کو خوبی اور مہارت سے پیش کیا ہے۔" (۲)

ڈاکٹر شفیق انجم بشیر صرفی کی غزل کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بشیر صرفی کی شاعری کا ایک نمایاں حصہ غزلیات پر مشتمل ہے۔ صنفِ غزل پر انھوں نے خصوصیت کے ساتھ بھرپور توجہ دی ہے ۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے غزل ان کے اظہار کا محبوب ترین ذریعہ ہے۔ انھوں نے بڑے جم کر غزلیہ شعر کہے ہیں ۔بشیر صرفی کو اگر تلاش کرنا ہو تو یقنا ان غزلوں کے بیچوں بیچ وہ ہیں۔ ان کی غزلیہ شاعری میں غمِ عشق، غمِ ہجراں، غمِ تنہائی اور غمِ یاد کے لہریے بار بار بنتے اور مختلف صورتوں میں ڈھل ڈھل اپنا اظہار پاتے ہیں۔ ان لہریوں کے ساتھ برداشت، عزم و حوصلہ اور سہارا سنبھال کا بہاو بھی ہے۔ یہیں کہیں ضبط کے بندھن ٹوٹ جانے اور رات کی خاموشیوں میں آب جوئے اشک کے رواں دواں ہو جانے کے منظر بھی ہیں۔ بشیر صرفی اسی گھماو میں اترا اترا اپنا آپ لکھتے ہیں۔ کرب کے بھنور کبھی ذات سے نکل کر ذات میں گم ہو جاتے ہیں، کبھی عصری ماحول سے ابھر کر مختلف سمتوں میں پھیلتے سمٹتے اور کبھی کائنات کے بسیط حوالوں سے گھوم گھوم شاعر کے تخلیقی باطن میں آپڑاو کرتے ہیں۔" (۳)

بشیر صرفی کی غزل داخلی اور خارجی سنگم سے مزین ہے۔ ان کے تخیل میں رنگینی اور جذبات و تصورات و احساسات میں رعنائی ایک بھرپور اور رچے ہوئے انداز میں دکھائی دیتی ہے۔ غمِ جاناں، غمِ جہاں اور غمِ ہجراں کی یادیں جیسے یادوں کا تراشا ہوا ہیرا نظر آتا ہے۔ تنہائی کے عالم میں یاد اور پھر انتظار صرفی پر قیامت کی کیفیت سے خالی نہیں۔ اس قیامت اور شوریدہ سرسناٹے میں بھی صرفی اپنا گریباں چاک کرتے دکھائی نہیں دیتے بل کہ میرؔ کی طرح اس کیفیت سے لطف اور سرور حاصل کرتے ہیں۔ بہ طور مثال شاعری ملاحظہ کیجیے:

"قیامت سی قیامت ڈھا رہا ہے
یہ سناٹا بہت شوریدہ سر ہے
ہے خاموشی کا موسم اور میں ہوں
نہ نوحہ ہے نہ کوئی نوحہ گر ہے
اتر رہی ہے دل و جاں میں ناشکیبائی
طلوعِ ماہ منور ہے اور تنہائی
ہمیں سفر میں یہ کس حادثے نے گھیرا ہے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

میاں راہ پڑا ہے قریہء شکیبائی"[۴]

حسن و عشق بشیر صرفی کی غزل کا مستقل موضوع ہے۔ ان کا حسن و عشق کا ذوق ہر جائی اور ہمہ جائی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ بشیر صرفی کا حسن و عشق ہر حسین و جمیل پیکر ہے جو ان کے تخیل میں رچا اور بسا ہوا ہے۔ ان کے محبوب اور ساجن کی تصویرِ مثالی اور تصوری نظر آتی ہے، ان کے ہاں معشوق کی شکل و صورت، وضع قطع اور جسمانی سراپا سے زیادہ محبوب کی یاد، جدائی اور انتظار کی کیفیات موجود ہیں جن سے وہ تسکین پاتے ہیں۔ ناصر کاظمی کی طرح یادوں کے بے نشان جزیروں سے محبوب کی آواز بشیر صرفی کو ایک نئے کرب اور اضطرابی کیفیت میں مبتلا کر دیتی ہے اور وہ امیدوں کے چراغ لے کر عزم و حوصلے سے عشق کی آگ کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ زندگی کے معانی رمزِ عاشقی میں تلاش کرتے ہیں اور فرازِ عشق میں پیوندِ بندگی کے بھی حامی ہیں۔ عشق میں دل کی بے قراری کی کیفیت ان کے ہاں تو دیکھیے:

"تمھارا غم ہو، غمِ روزگار ہو کہ نہ ہو
ہو تم نظر میں شبِ انتظار ہو کہ نہ ہو
یہاں وہ آئے جسے جان دینا آتا ہو
یہ رسمِ مرگ ہے، سر خود پہ بار ہو کہ نہ ہو"[۵]

صرفی کے ہاں شوخ اور رنگین احساس بھی ملتا ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی معشوق کو انسانی شکل میں بھی دیکھتے ہیں، جس کو مخاطب کر کے بے اختیار کہتے ہیں:

"تاثیر اس طرح کی تھی اس کے کلام میں
خوشبو اتر رہی تھی بدن کے مشام میں
وہ بام پر شفق کی طرح جلوہ ریز تھی
جیسے طلوعِ ماہِ منور ہو شام کی"[۶]

جلوہِ جاناں سے صرفی کی آنکھیں آخر پتھرا کر یوں رہ جاتی ہیں:

"آنکھیں تو اپنی آخرش پتھرا کے رہ گئیں
پھر اس کے بعد جلوہ جاناں کا کیا ہوا"[۷]

یوں حسن و عشق کی کیفیت بھی دیکھیے:

"ادائے حسن ہے وجہِ قرار اس کے لیے
جسے تو واقف اسرارِ عاشقی کر دے"(۸)

بشیر صرفی کی غزل میں بلند حوصلگی اور عالی ہمتی اپنے جوبن کے ساتھ جلوہ گر ہے جو ان کی طبعیت کی قوت اور نظریے کی توانائی کا پتہ دیتی ہے۔ زندگی کے پر امید مستقبل اور حیات کے درخشاں انجام کے لیے صرفی کی بے قراری، تڑپ اور اضطرابی ان کے تحرک ہونے کی علامتیں ہیں۔ وہ اپنے تمام غموں کو حوصلے اور عالی ہمتی سے برداشت کرتے ہوئے روشن صبح کا انتظار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر شفیق انجم بشیر اس حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

"بشیر صرفی کے لب و لہجے میں بلا کی حوصلہ مندی اور ہمت ہے۔ ذات و حیات کے غم کو انھوں نے عمر بھر اوڑھے رکھا اور بہت واضح طور پر دکھائی دیتا ہے کہ غم ان کے نزدیک لطف زندگی، تنہائی ان کی دوست، بیتے دنوں کی یادیں ان کا سرمایہ اور ایک روشن صبح کا انتظار ان کا ایمان ہے۔ وہ ایک اصول پسند انسان کی زندگی جیئے اور منافقتوں کے عہد میں سچائیوں کا دم بھرتے رہے۔ یہ آسان کام نہ تھا سو قدم قدم پڑی آزمائشوں پر انکے باطن میں جو مکالمہ چلا اور مسلسل چلا وہ انکی غزلوں میں مرکزی دھارے کی حثیت رکھتا ہے۔ یہ غزلیں اپنے آپ سے باتیں بھی ہیں اور اپنے آپ کے لیے درس زندگی بھی۔ بشیر صرفی نے اپنے فن شعر کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ذاتی داخلی مکالمے کو ہر باحوصلہ شخص کے داخلی تجربے کے ممکنہ اظہار کے قریب قریب لا کھڑا کیا اور اسے بلا کی وسعت دی۔ یہی انکی غزلیہ شاعری کی جاذبیت و انفرادیت کا روشن ترین پہلو ہے۔" (۹)

اس حوالہ سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

"ٹوٹ کر بکھر گیا ہوں
لذت درد مر گیا ہوں
کو بہ کو منزل بہ منزل یوں سدا پھرتا ہوا
جیسے میں پتھر تھا اک ڈھلوان سے لڑھکا ہوا
جیسے آنسو آنکھ سے گر کر ملا ہو خاک میں

اور تنہا زرد پتا جھیل میں ٹھہرا ہوا"(۱۰)

بشیر صرفی کی غزل میں درد غم کا اظہار بھی اپنی تمام تر تڑپ کے ساتھ موجود ہے۔انھوں نے اپنی شاعری میں غم ہجراں، غم زمانہ، غم روز گار، غم دوستاں، غم ہستی، غم جاناں، غم دوراں، غم فراق، غم زندگی، غم موت، دنیا کی ناپائیداری، غم تنہائی اور غم ہجرت و مسافرت کے تصورات و نظریات ان کی غزل میں بہترین اسلوب میں موجود ہے۔صرفی کا غم ان کے نزدیک انسانی زندگی کا ایک حصہ بن کر نمودار ہوا ہے۔

"اشک و آہ و غم ہجراں کیا کیا
آج کی شب میرے مہماں ہوں گے
بے ثمر تجدید الفت رہ نہ جائے میری جاں
پھر غم دوراں ہمارے درمیاں ہونے کو ہے"(۱۱)

آزاد کشمیر کی اردو شاعری میں تنہائی کے احساس کے زیر اثر خاصا مواد موجود ہے۔بیشتر شعرا کے ہاں تنہائی، مہاجرت، سفر، اکیلا پن اور دربدری کا حوالہ موجود ہے۔ڈاکٹر افتخار مغل نے درست تجزیہ کیا ہے:

"آزاد کشمیر کی اردو شاعری میں تنہائی، مہاجرت، دربدری کی سب سے بڑی وجہ کشمیر کی کلیت دو نیم اور دولخت ہو گئی ہے، جس کے ہر گھر میں کوئی نہ کوئی فرد مہاجرت کا داغ سینے میں لیے ہوئے ہے اور جس کا سب سے بڑا مسلہ ہی ماضی پرستانہ رومانیت ہے جو من حیث القوم اس کا سب سے بڑا ناسٹلیجیا ہے۔" (۱۲)

بشیر صرفی کا تعلق بھی کشمیر سے تھا اس لیے ان کی غزل میں بھی تنہائی ،مہاجرت، سفر مسلسل، ہجرت ،اکیلا پن اور دربدری کے موضوعات بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔بشیر صرفی کی غزل سے اشعار ملاحظہ ہوں:

"پھر یہ دل اور یہ موہوم تمنا تنہا
جیسے میں تنہا ہوں ویسے میری دنیا تنہا
تیز طوفانی ہوا مجھ سے لپٹ کر روئی
میں سر شام ترے شہر میں اترا تنہا"(۱۳)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

انتظار بھی بشیر صرفی کی غزل کا بنیادی موضوع ہے۔ انتظار کے کرب ناک لمحات جان لیوا ہوتے ہیں ۔ جسے انتظار لاحق ہو اس مریض کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ بشیر صرفی کے ہاں انتظار ایک بڑی سزا بن کر تواتر کے ساتھ اترا ہے لیکن یہ انتظار ان کے لیے جان لیوا ثابت نہیں ہوتا بل کہ وہ اس انتظار سے محبت کو جوان کرتا ہے۔ مثلاً:

"نہ بچ سکا وہ جسے انتظار لاحق ہو
اب اس مریض کی حالت بھی چل چلاو کی ہے"(۱۴)

انتظارِ مرگِ مسلسل کی کیفیت بشیر صرفی کے اس شعر میں بھی ملاحظہ کیجیے:

"میں انتظارِ مرگِ مسلسل میں اور وہ
گاہے ملا، گہے نہ ملا، گہ بچھڑ گیا"(۱۵)

بشیر صرفی کی غزل میں یاد ایک مستقل اور ہمہ گیر موضوع ہے۔ وطن کی یاد ہو، بچپن کی یاد ہو یا دوستوں کی یاد ہو یہ انسان کو بے چین رکھتی ہے ۔ایک پل سکون میسر نہیں ہوتا۔ صرفی کی غزل میں بھی یاد ماضی ایک عذاب کی طرح نازل ہوتا ہے لیکن صرفی ان یادوں کو اپنی حیات کا ایک قیمتی سرمایہ سمجھتے ہیں اور لطف محسوس کرتے ہیں۔ چوں کہ بشیر صرفی کا خاندان ہجرت کے مسائل سے گزرا تھا اسے لیے وہ اپنی یادوں سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

"کیسے پڑاو پڑ گئے اب کے سفر سے قبل
یادوں کا اک حصار بھی ہے بام و در سے قبل
رنگ آنکھوں میں بہت اس کے سجا کے رکھنا
نقش ہجراں بھی مگر دل میں بسا کے رکھنا"(۱۶)

اسی طرح بشیر صرفی کے ہاں امید اپنی پوری امید کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

"شاہد گل آج شب خمیدہ ہے
کل ہو شاہد بہار سونے دے
جب عصر حزن میں امید کا چراغ ہے تو
جھلتی ریت کو کیوں بادہ شمال نہ دے"(۱۷)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

بشیر صرفی کے ہاں کشمیر ایک وسیع اور ہمہ جہت موضوع ہے جسے انھوں نے اس کی تمام جزئیات سمیت برتا ہے۔ اردو غزل کے رموز و علائم اور تلازمات کو بروئے کار لاتے ہوئے کشمیر کے موضوع کی مختلف جہات کو کامیابی سے بیان کیا ہے۔ کشمیر کی حالت پہ یوں لب گویا ہیں:

"یہ ہمارا شہر اب اک قتل کا میدان ہے
خونِ ناحق کی پڑی ہے ہے ریت دروازہ نہ کھول
صبر کر ظلمت میں سورج کی طلب میں مت نکل
رات بھی جائے گی آخر بیت دروازہ نہ کھول
در و دیوار کا ڈر ہے نہ کچھ خوف اب مکاں کا ہے
مجھے اندیشہ اپنے شہر کے نام و نشاں کا ہے"[۱۸]

سیاسی اور عصری صورت حال ملاحظہ کیجیے:

"آ گیا ہے ہاتھ میں بے ہنروں کے
دیکھیے پاتا ہے کیا نام آئینہ"[۱۹]

کلام بشیر میں ایک بڑا حصہ ان کی حمدیہ اور نعتیہ شاعری پر مشتمل ہے ،بشیر صرفی حمد و نعت میں شرعی، شعری اور فنی تقاضے کو نبھا رہے ہیں۔ ان کی غزل میں بھی حمدیہ اور نعتیہ کلام موجود ہے۔ حمد ملاحظہ ہو:

"غم کے اظہار کو اب اور توانائی دے
تو وہ قادر ہے کہ پتھر کو بھی گویائی دے
آیا ہے لب پہ محمد ﷺ کا مرے نام ابھی
دل منور ہوا ہے اور ذہن ہے خوش کام ابھی"[۲۰]

بشیر صرفی کے ہاں لفظ خواب تواتر کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

"خواب ایسا جو کسی کے بھی تصور میں نہ ہو
جاگتی آنکھوں اگرچہ کچھ مقدر میں نہ ہو
تعبیر کی تلاش میں ہر خواب رہ گیا
ہم نہ رہے۔ یہ عالم اسباب رہ گیا"[۲۱]

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

مخلص وجدانی لکھتے ہیں:

"کشمیر ایک مردم خیز سرزمیں ہے جس نے بڑے دانشور اور شاعر و ادیب پیدا کیے ہیں۔ فرزند کشمیر علامہ اقبال کا تعلق بھی اسی خطہ زمین سے تھا۔ معروف شاعر طاہر غنی نے بھی اسی سرزمین میں جنم لیا۔ بہت سے شاعر و ادیب کشمیر سے ہجرت کر کے آزاد کشمیر اور پاکستان میں مقیم ہوئے۔ بشیر صرفی کا تعلق بھی اسی سرزمین سے تھا۔ احمد شمیم اور طاؤس بھی ہجرت کر کے یہاں آئے اور کشمیری میں نام پیدا کیا۔ بشیر صرفی انکے ہم عصر تھے۔ ریڈیو سے متعلق رہے۔ شاعر تھے۔ ہر صنف ادب میں شاعری کی۔ غزل میں قدیم رنگ نمایاں ہے۔" (۲۲)

بشیر صرفی معاشری کی بے راہ روی اور انسانی اقدار کی پامالی پر نوحہ خوانی بڑے موثر اور دل گرفتہ انداز میں کرتے ہیں۔ انہیں احساس ہے کہ ہمارا معاشرہ دن بہ دن اخلاقی پستی اور تنزلی کی طرف بڑھ رہا ہے اور ان حالات میں ہر چیز پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ سو ایسے میں افراد کو ہشیار اور محتاط رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ ناز مظفر آبادی لکھتے ہیں:

"بشیر صرفی کی غزل میں مختلف فکری جہتیں موجود ہیں، جن کو انھوں نے کمال مہارت سے برتا ہے۔ ان کی شاعری مروجہ عروضی قوانین اور زبان و بیان کے حوالہ سے مزین و مرصع ہے۔ بشیر صرفی ایک مستند شاعر کے اوصاف پر پورا اترتے ہیں۔ بشیر صرفی سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی مگر شاعر کا کلام اس کا بہترین تعارف ہوا کرتا ہے۔"(۲۳)

"مدت ہوئی کہ دیکھی تھی اک شکل خواب میں
اب تک کسی کو ڈھونڈ رہا ہوں جواب میں
اک کرب کا پہاڑ تھا میں نے اٹھالیا
تنہائی کا علاج نہ تھا کچھ کتاب میں
اپنی ہی قبر آپ ہی ہم نوحہ خواں ہوئے
نکتے عجیب ہم پہ کھلے غم کے باب میں
کجلا گیا ہے اپنی نظر کا سفر مجھے

صدیوں سے گم ہوں وقت کے کالے سراب میں
مجھ چاک پیرہن کے قدم تھے کہ دوستو
رستے تمام جکڑے گئے ہیں عذاب میں"(۲۵)

بشیر صرفی کا تعلق جنت ارضی کشمیر سے تھا۔ اللہ تعالی نے اس زمین کو علم وادب اور ہنر کے لحاظ سے خوب نوازا۔ بڑے بڑے عالم، شعراء اور اہل دانش اسی مٹی کی پیداوار ہیں۔بشیر صرفی بھی اسی مٹی سے کھلنے والا ایک پھول تھا جس نے غزل کے باغ میں اپنی خوب خوش بو بکھیری اور اہل علم و دانش کو اپنی لطافت اور خوشنمائی کا خوب احساس دلایا۔ بشیر صرفی کی شاعری جدائی، دکھ ،کرب، ہجرت، خوف، مسافرت، اداسی ،موت، یاس، شکوے، دنیا کی ناپائیداری ،خود کلامی، حب الوطنی، عصری حالات، محبوب کے ظالم نظاروں ،اداؤں ،مقامی علامتوں ،قومی اور بین الاقوامی تاثرات کے ساتھ ساتھ کشمیر یات، مناظرِ فطرت ، وطن دوستی جیسے جذبات، یادِرفتہ ، تقسیم کشمیر کے بعد اٹھنے والے ادبی رویے ،مزاحمتی عناصر ، حسن و عشق ،محبت ،خلوص، سچائی، ،مذہب، تنہائی، زندگی، مزاحمت، رجائیت، زندہ دلی، طنزیہ ومزاحیہ لہجے، عصری حسیت، طبقاتی نظام، سماجی مسائل اور رویوں کا اِدراک، سیاسی شعور ،امنِ عالم کا شعور ،عالمی رویے اور واقعات کا زکر، مقامی ثقافتی و تہذیبی عناصر اور دیگر کئی مقامی علامتوں اور حوالوں سے مزین ہے۔

حوالہ جات

۱۔ خورشید الاسلام، اردوادب آزادی کے بعد، علی گڑھ،۱۹۷۳ء، مشمولہ: مولف، وارث کرمانی، اردو شاعری کے نیم و ادریچے،'اردو غزل اور فارسی روایت' ص۲۲، رام پور رضا لائبریری، یوپی، رامپور، مبطع، پرنٹولوجی انک، نئی دہلی، ۲۰۰۵ء

۲۔ ڈاکٹر رشید امجد ،فلیپ، مشمولہ، کلامِ بشیر صرفی از بشیر احمد وانی، مرتب ڈاکٹر شفیق انجم، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰

۳۔ ڈاکٹر شفیق انجم، مقدمہ، مشمولہ، کلامِ بشیر صرفی از بشیر احمد وانی، مرتب ڈاکٹر شفیق انجم، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰

۴۔ بشیر احمد وانی، کلامِ بشیر صرفی، مرتب ڈاکٹر شفیق انجم، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰، ص ۲۴

۵۔ ایضا، ص ۴۶

۶۔ ایضا،ص۵۱

۷۔ ایضا،ص۶۷

۸۔ ایضا،ص۵۶

۹۔ ڈاکٹر شفیق انجم،مقدمہ،مشمولہ، کلامِ بشیر صرفی از بشیر احمد وانی،مرتب ڈاکٹر شفیق انجم،پورب اکادمی،اسلام آباد،۲۰۱۰

۱۰۔ بشیر احمد وانی،کلامِ بشیر صرفی،مرتب ڈاکٹر شفیق انجم،پورب اکادمی،اسلام آباد،۲۰۱۰،

۱۱۔ ڈاکٹر شفیق انجم بشیر احمد وانی،کلامِ بشیر صرفی،مرتب ڈاکٹر شفیق انجم،پورب اکادمی،اسلام آباد،۲۰۱۰،

۱۲۔ ڈاکٹر افتخار مغل،آزاد کشمیر میں اردو شاعری،مقالہ برائے ایم ۔فل اردو ،علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی،اسلام آباد،۱۹۹۱

۱۳۔ بشیر احمد وانی،کلامِ بشیر صرفی،مرتب ڈاکٹر شفیق انجم،پورب اکادمی،اسلام آباد،۲۰۱۰،

۱۴۔ ایضاص،۸۱

۱۵۔ ایضا،ص۸۶

۱۶۔ ایضا،۹۰ص

۱۷۔ ایضا،ص۲۳

۱۸۔ ایضاص،۵۴

۱۹۔ ایضاص،۵۵

۲۰۔ ایضا،ص۵۷

۲۱۔ ایضاص۹۰

۲۲۔ مخلص وجدانی،انٹرویو،بہ مقام،ریڈیو اسٹیشن،بہ تاریخ ۷۔جون ۲۰۲۱

۲۳۔ ناز مظفر آبادی،انٹرویو،بہ مقام،الغزل منزل شوکت لائن مظفر آباد،بہ تاریخ،۸۔اگست ۲۰۲۱

۲۴۔ بشیر احمد وانی،کلامِ بشیر صرفی،مرتب ڈاکٹر شفیق انجم،پورب اکادمی،اسلام آباد،۲۰۱۰